ایک اہم دینی تحریک

گذشتہ ماہ رجب کے اواخر میں مجھ کو دھلی سے متصل ایک علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا جو "میوات" کے نام سے معروف ہے۔ ایک مدت سے سن رہا تھا کہ وہاں مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ ایک تحریک چل رہی ہے جس نے دس بارہ سال کے اندر اس علاقہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ آخر کار شوقِ طلب نے مجھے مجبور کر دیا کہ خود جا کر حالات کی تحقیق کروں۔ اس سفر میں جو کچھ میں نے دیکھا اور جو نتائج میں نے اخذ کیے، میں چاہتا ہوں کہ انہیں ناظرین ترجمان القرآن تک بھی پہنچا دوں تاکہ جو اللہ کے بندے درحقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے کے لیے ایک صحیح راہ مل سکے۔

میو قوم دھلی کے آس پاس الور، بھرت پور، گوڑگانوہ اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اسکی مجموعی تعداد ۲، ۳ لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اور انکے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہنچا تھا، مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اس قدر قریب آباد تھے ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں، اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ ان میں بجز اس خیال کے کہ "ہم مسلمان ہیں" اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی۔ انکے نام تک مسلمانوں کے سے نہ رہے تھے۔ ناہر سنگھ اور بھوپ سنگھ

اور ڈوٹرو اور اسی قسم کے ناموں سے وہ موسوم ہوتے تھے۔ انکے سروں پر چوٹیاں تھیں۔ انکے ہاں مورتیاں پوجی جاتی تھیں۔ اپنی حاجات کے لیے وہ اُنہی دیویوں کی طرف رجوع کرتے تھے جن کی پوجا قدیم زمانہ میں انکے اسلاف کیا کرتے تھے۔ اسلام سے وہ اس قدر ناواقف تھے کہ عام دیہاتی باشندوں کو کلمۂ طیبہ تک یاد نہ تھا۔ حتیٰ کہ نماز کی صورت تک سے وہ ناآشنا تھے۔ کبھی کوئی مسلمان اتفاق سے انکے علاقہ میں پہنچ گیا اور اس نے نماز پڑھی تو گاؤں کے عورت مرد بچے سب اسکے گرد یہ دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے کہ یہ شخص کیا حرکتیں کر رہا ہے، اس کے پیٹ میں درد ہے یا اسے جنون ہو گیا ہے کہ بار بار اٹھتا بیٹھتا اور جھکتا ہے؟ اسکے ساتھ ہی انکے اندر جاہلیت کی تمام وحشیانہ عادات پائی جاتی تھیں۔ گندی اور ناصاف زندگی۔ طہارت کے ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف۔ عورت اور مرد سب نیم برہنہ اور شرم و حیا سے عاری۔ چوری، رہزنی، ڈکیتی اور دوسرے مجرمانہ افعال کا ارتکاب عام طور پر پھیلا ہوا۔ کسی مسافر کا بخیریت انکے علاقہ سے گذر جانا مشکل۔ پھر ان کے قبائل اور بطون میں چھوٹی چھوٹی جاہلانہ باتوں پر اُسی قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں جیسی عرب جاہلیت کے حالات میں آپ پڑھتے ہیں۔ انکی آبادی مختلف حلقوں میں بٹی ہوئی تھی اور بسا اوقات دو یا چند حلقوں میں کسی عورت یا کسی جانور یا کسی اور چیز پر ایسی عداوتیں برپا ہو جاتی تھیں جن کا سلسلہ مدتوں تک چلتا رہتا تھا۔ یوں اس جفاکش، بہادر اور طاقتور قوم کی ساری پیدائشی قوتیں ضائع ہو رہی تھیں، اور وہ نہ صرف اپنے لیے ترقی و فلاح کا کوئی راستہ نہ پاتی تھی، بلکہ اپنے ہمسایوں کے لیے بھی سبب اضطراب بنی ہوئی تھی، چنانچہ جن لوگوں کو اس علاقہ کے انتظام کا تجربہ ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور الور و بھرت پور کی ریاستیں وہاں امن قائم کرنے اور بہتر تمدنی حالات پیدا کرنے میں ناکام رہی تھیں۔

ان حالات میں جناب مولانا محمد الیاس صاحب نے وہاں کام شروع کیا اور دس بارہ سال کی

مختصر مدت میں اس قوم کے بیشتر حصہ کی کایا پلٹ دی۔ اب اس علاقہ میں تقریباً ڈھائی سو مدرسے قائم ہیں جہاں دیہات کے لڑکے آکر اپنے دین سے ابتدائی واقفیت حاصل کرتے ہیں ان میں سے جو لوگ اعلیٰ درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے لیے دہلی سے قریب اُنہی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی بستی میں ایک مدرسہ قائم ہے، جنکی بدولت ابتداءً اس قوم کو اسلام کی نعمت میسر ہوئی تھی۔ اس مدرسہ میں نہ صرف علوم دینیہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے، بلکہ طلبہ کو خالص دینی تربیت بھی دی جاتی ہے، اور تبلیغ و اصلاح کی عملی مشق کرانے کے لیے اُن سے آس پاس کے دیہات میں عملی کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس مدرسے کی برکت سے خود میو قوم میں علماء اور مبلغین کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہوگئی ہے جو انشاء اللہ اس قوم کو دین کے راستہ پر قائم رکھنے کی ضامن ہوگی۔ مولانائے محترم نے خود اسی قوم کے مبلغوں سے اسکی اصلاح کا کام لیا، اور ان کی پیہم کوششوں کا نتیجہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، یہ ہے کہ بعض علاقوں میں گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں ایک بچہ بھی آپ کو بے نمازی نہ ملیگا۔ دیہات کی وہ مسجدیں جہاں یہ لوگ کبھی اپنے مویشی باندھتے تھے، آج وہاں پانچوں وقت اذان اور جماعت ہوتی ہے آپ کسی راہ چلتے دیہاتی کو روک کر اس کا امتحان لیں۔ وہ آپ کو صحیح تلفظ کے ساتھ کلمہ سنائے گا اسلام کی تعلیم کا سیدھا سادھا لب لباب، جو ایک بدوی کو معلوم ہونا چاہیے، آپ کے سامنے بیان کریگا، اور آپ کو بتائیگا کہ اسلام کے ارکان کیا ہیں۔ اب آپ وہاں کسی مسلمان مرد، عورت یا بچے کو ہندوانہ لباس میں نہ پائینگے، نہ اسکے جسم کو بے ستر دیکھینگے، اور نہ اس کے گھر کو، یا اس کے لباس کو نجاستوں میں آلودہ پائینگے۔ انکی عادات و خصائل اور انکے اخلاق میں بھی اسی تعلیم و تبلیغ کی وجہ سے نمایاں فرق ہوگیا ہے۔ اب وہ متمدن اور مہذب طرز زندگی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ جرائم میں حیرت انگیز کمی ہوگئی ہے۔ لڑائیاں، فسادات اور مقدمات بہت کم

ہو گئے ہیں - ان کا علاقہ اب ایک پر امن علاقہ ہے جس کا اعتراف خود وہاں کے حکام کر رہے ہیں ۔ ان کی معاشرت، ان کے لین دین، ان کے برتاؤ، غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہو گیا ہے جس کی وجہ سے گردوپیش کی آبادی پر اُن کا نہایت اچھا اخلاقی اثر مترتب ہو رہا ہے - اب وہ ذلت اور بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے، بلکہ انکی عزت قائم ہوتی جا رہی ہے، اور ان کے کرکٹر پر اعتماد کیا جانے لگا ہے -

مولانا نے عام دیہاتیوں کے اندر تبلیغ و اصلاح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایسی اسپرٹ پیدا کر دی ہے کہ جو لوگ کل تک خود گمراہ تھے، وہ اب دوسروں کو راہ راست بتانے پھرتے ہیں - کھیتی باڑی کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد مختلف قریوں سے ان دیہاتیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تبلیغ کے لیے نکلتے ہیں - گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو خیر و صلاح کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔ ان کا رخت سفر اور زاد راہ انکے کندھے پر ہوتا ہے - کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتے - نہ کسی سے اپنے لیے کچھ طلب کرتے ہیں - محض اللہ کی خوشنودی انکے مدنظر ہوتی ہے اور بے غرضانہ کام کرتے ہیں، اس لیے جہاں جاتے ہیں، دیہات اور قصبات کی آبادیوں پر ان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے - مجھے معلوم ہوا کہ بسا اوقات یہ لوگ پیدل گشت کرتے ہوئے دو دو سو میل تک چلے جاتے ہیں اور جن جن بستیوں پر سے ان کا گذر ہوتا ہے وہ مذہبی بیداری اور کلمہ و نماز کے نور سے منور ہو جاتی ہیں - خود مجھ کو بھی ان میں سے بعض بدوی مبلغین سے بات کرنے کا اتفاق ہوا، اور انکی سیدھی سادی زبانوں سے جب میں نے ان کے مقاصد اور ارادے سُنے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ آغاز اسلام میں عرب کے بدووں کو جس روح نے صراط مستقیم کی تبلیغ کے لیے اٹھایا تھا وہی روح ان لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے - ایک جاہل کسان سے میں نے پوچھا کہ تم کیوں دورے کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ :-

"ہم جہالت میں پڑے ہوئے تھے - نہ ہم کو خدا کی خبر تھی نہ رسول کی۔ اس مولوی کا خدا بھلا کرے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا - اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی یہ نعمت پہنچائیں جو ہمیں ملی ہے"

یہ الفاظ سُن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہی جذبہ تو تھا جس سے مخمور ہو کر صحابہ کرام اٹھے تھے، اور اس طرح سے اٹھے تھے کہ انہیں اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہتا تھا۔

اس دینی اصلاح نے میواتی قوم کے اُس قبائلی انتشار کو بھی بڑی حد تک دور کر دیا ہے جس نے اب تک اُن کی قوتوں کو پراگندہ کر رکھا تھا - دیہات میں وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں جن میں بیس بیس، پچیس پچیس کوس سے لوگ شریک ہونے کے لیے آتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس ہزار کا مجمع ہو جاتا ہے - ایک جگہ بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور وہیں ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکائے جاتے ہیں۔ پھر دیہات سے جو تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں وہ نہ صرف دین کی تعلیمات پھیلاتی ہیں، بلکہ ساتھ ہی ساتھ خود بخود باہمی اخوت و محبت کے تعلقات بھی قائم کر لیتی ہیں۔ اس طرح قبائلی تفرقہ کی جگہ رفتہ رفتہ قومی وحدت پیدا ہو رہی ہے، اور ایک ایسی تنظیمی ہئیت وجود میں آتی جا رہی ہے جس سے آگے چل کر بہت سے کام لیے جا سکتے ہیں۔ تنظیم کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثیر التعداد افراد ایک آواز پر مجتمع ہوں اور ایک آواز پر حرکت کرنے لگیں - یہی چیز وہاں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی حد تک پیدا ہو چکی ہے -

یہ قابل قدر نتائج جو گنتی کے چند برسوں میں برآمد ہوئے ہیں، محض ایک مخلص آدمی کی محنت و کوشش کا ثمرہ ہیں۔ وہاں نہ کوئی کمیٹی ہے - نہ چندہ ہے - نہ اس تحریک کا کوئی جداگانہ نام ہے - نہ اسکے ممبر بھرتی کیئے جاتے ہیں - نہ کوئی امیر و رئیس پشت پر ہے - نہ کوئی اخبار نکلتا ہے - نہ قواعد پریڈ اور یونیفارم اور باجوں اور جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے ہوتے

ہیں۔ نہ اپنے کارناموں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ خاموشی کے ساتھ ایک سیدھا سا مولوی ایک مسجد میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ اُس غریب کو نمائش اور پروپیگنڈا کے جدید مغربی طریقے بالکل نہیں آتے۔ نہ اس نے آج تک اسکی ضرورت ہی محسوس کی کہ اس کے کاموں کا ڈھول دنیا میں پیٹا جائے۔ ایک خالص دینی جذبہ ہے جو اس سے یہ کام لے رہا ہے، اور ایک دُھن ہے جس میں وہ رات دن لگا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اکیلے آدمی نے جو ٹھوس کام کیا ہے، وہ ہماری ان بڑی بڑی انجمنوں اور اُن بلند بانگ تحریکوں سے آج تک بن نہ آیا جن کے نام آپ رات دن اخباروں میں سنتے رہتے ہیں۔ حقیقۃً اس نوعیت کی تحریک ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یا تو حضرت شیخ احمد مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائی تھی یا حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ نے اس کا احیا کیا، یا اب مولانا محمد الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسے تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

میرا مقصد اس تحریک کے حالات بیان کرنے سے یہ نہیں ہے کہ جو اشتہار اب تک نہ ہوا تھا وہ اب ہو جائے۔ بلکہ میں اس ذریعہ سے ان لوگوں کو جو نمائش کے طالب نہیں ہیں، اور دین و ملت کی کوئی حقیقی خدمت انجام دینے کے خواہشمند ہیں، چند اہم امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:۔

(۱) اس وقت ہندوستان کے مسلمان عام طور پر جس حالت میں مبتلا ہیں وہ اسکی متقاضی ہے کہ ان کو از سرِ نو اسلام کی طرف دعوت دی جائے، اور پھر سے اُس طرح مسلمان بنایا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو بنایا تھا۔ ان کا اخلاقی تنزل، ان کی دینی سرد مہری، انکی احکام اسلام سے غفلت، انکی قوتوں کا انتشار، انکے خیالات کی پراگندگی، ان کا مختلف راستوں پر بھٹکنا اور رہبر و رہزن میں امتیاز کیے بغیر ہر پکارنے والے کی آواز پر دوڑ چلنا، یہ سب نتائج ہیں اس ایک چیز کے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کے مرکز سے ہٹ گئے ہیں۔ ہماری بنیادی غلطی،

جس کی وجہ سے ہماری تمام مفید تحریکیں ناکام ہو رہی ہیں، یہی ہے کہ لفظ "مسلمان" جو انکے لیے بولا جاتا ہے، اس سے ہم دھوکا کھا جاتے ہیں، اور انکو واقعی وحقیقی مسلمان سمجھ کر ان سے توقع رکھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی طرح کام کرینگے۔ ہم ان کے سامنے خدا و رسول کے احکام بیان کر کے امید رکھتے ہیں کہ یہ اُس طرح ان کے آگے سر جھکائینگے جس طرح ایک مسلمان کو جھکانا چاہیے، حالانکہ درحقیقت یہ احکام کے مخاطب نہیں ہیں بلکہ کلمۂ طیبہ کے مخاطب ہیں۔ ان کے دلوں میں کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ہی نہیں اترا ہے، پھر ان سے احکام کی وہ اطاعت، اور وہ مسلمانہ روش کیونکر ظاہر ہو سکتی ہے جو محض اس کلمہ پر ایمان لانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مولانا محمد الیاس صاحب کی کامیابی کا اولین سبب یہی ہے کہ انہوں نے کلمۂ طیبہ کی تبلیغ سے کام کی ابتدا کی، پھر جو لوگ اس پر ایمان لائے وہ ہر اس حکم کی تعمیل کرتے چلے گئے جو اُن کو خدا اور رسول کی طرف سے سنایا گیا۔ وہ لوگ حقیقت میں نو مسلم ہیں، اور یہ نو مسلم ہی کی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر بالارادہ جس چیز پر ایمان لاتا ہے اسکے مقتضیات کو بطوع و رغبت پورا کرتا ہے۔ اب جو لوگ دین کا احیار چاہتے ہیں ان کے لیے اس کے سوا کوئی راہِ عمل نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان فرض کر کے آگے کی منزلوں پر پیش قدمی کرنے کا طریقہ چھوڑ دیں، اور ان میں از سر نو پہلے قدم سے دین کی تبلیغ شروع کریں۔

(۲) موجودہ حالات اسکے لیے سازگار نہیں ہیں کہ کوئی آل انڈیا نظام بنا کر کام کیا جائے۔ سر دست یہی مناسب ہے کہ جو جہاں بیٹھا ہے وہیں اپنے اطراف و نواح یا اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلمان بنانے کا کام شروع کرے، اور اپنے اندر جتنی قوت و استعداد پاتا ہو اُسی کے لحاظ سے اپنے کام کا ایک دائرہ معین کرے۔ اپنی استطاعت سے زیادہ پھیل کر کام کرنے کی کوشش کرنا، آدمی کی قوتوں کو منتشر کر دیتا ہے، اور پورے کی فکر میں ادھورا کام بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا مخلص کارکنوں کو جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر کام کرنا چاہیے۔ اگر حقیقت میں خلوص کارفرما ہوگا اور ذاتی خواہشات کا غلبہ نہ ہوگا

تو بعد کو یہ مختلف حلقے بڑی آسانی کے ساتھ ایک بڑے نظام میں منسلک ہو سکینگے۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھنے پر اصرار وہیں ہوتا ہے جہاں نفسانیت کی کھوٹ موجود ہوتی ہے۔

(۳) انجمن بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی علحدہ نام رکھ کر کام کرنا بجائے مفید ہونے کے مضر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے غیر شعوری طور پر لوگوں میں یہ ذہنیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اسلام میں نہیں، بلکہ فلاں نام کی جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسلیے بہتر یہی ہے کہ سیدھے سادے طور پر اسلام ـــ اُسی پرانی اور اصلی جماعت ـــ ہی کی طرف لوگوں کو دعوت دیجائے اور جب وہ اس میں داخل ہوں تو انہیں بتادیا جائے کہ تم میں اور عام مسلمانوں میں اسکے سوا کوئی فرق نہیں کہ تم شعوری مسلمان ہو، اور وہ ابھی تک بے شعور مسلمان ہیں۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ ان کو بھی شعوری اسلام کی نعمت میں شریک کرو تاکہ تمہاری جماعت وسیع ہو۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ اس طرح سے ایک جماعت میں شریک ہوتے جائینگے ان کے اندر آپ سے آپ ایک نظمی ہئیت پیدا ہوتی چلی جائیگی، اور قدرتی طور پر ان کا داعی اول ہی ان کا لیڈر ہوگا، اور وہاں ایک باضابطہ کمیٹی سے زیادہ اچھی عملی تنظیم پائی جائیگی، بشرطیکہ لیڈر خود اپنی امارت قائم کرنے کا خواہشمند نہ ہو، بلکہ امارت کا نشو و نما اس طور پر ہو جیسے بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے۔

(۴) علیٰ ہذا یہ بھی مناسب نہیں کہ نمائشی کام کے اُن طریقوں کی پیروی کی جائے جو آج کل کثرت سے رائج ہو رہے ہیں اور جنہوں نے عموماً دماغوں کو مسحور کر رکھا ہے۔ لوگ اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ جھنڈے، نعرے، وردیاں، پریڈ، سڑکوں پر مارچ کرنا اور مصنوعی جنگیں کرنا جن کا مجموعی نام عسکری تنظیم رکھا گیا ہے) کامیابی کے لیے ضروری ہیں، کیونکہ یہی چیزیں عوام کو کھینچتی ہیں، اور انہی کے لاگ سے ہزاروں لاکھوں آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں میں یہ خیال بھی پیدا ہو گیا ہے کہ جو شخص کسی تحریک کو چلائے اسکے لیے ایک اخبار بھی ضروری ہے جس کے

ذریعہ سے وہ باہر کی دنیا کو ہمیشہ اپنے کارناموں کی رپورٹیں پہنچاتا رہے، کیونکہ اگر دنیا کو یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ آپ نے اب تک اتنے ہزار پمفلٹ اتنی زبانوں میں شائع کیے ہیں، یا یہ کہ فلاں جگہ کسی بڑھیا کا گھر جل رہا تھا اور آپ کے خادمان خلق نے وہاں پہنچ کر اس پر اتنی بالٹیاں پانی کی ڈالیں، یا یہ کہ آپ کے متبعین کی تعداد کس رفتار سے بڑھ رہی ہے اور کہاں کہاں آپ کے کارکن کیا کیا خدمات انجام دے رہے ہیں، تو اسکے معنی یہ ہوئے کہ آپ کی ساری محنتیں رائیگاں ہی گئیں- آج کل کی بعض تحریکوں نے کچھ ایسا جادو لوگوں کے دماغوں پر کر دیا ہے کہ بعض مخلص آدمی بھی جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ اسی طرز کارروائی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے- لیکن میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اہل اخلاص کا یہ طریق کار کبھی نہیں رہا، اور نہ اس طرز پر کوئی ٹھوس کام دنیا میں ہو سکتا ہے- ایک لمبی نوک دار ٹوپی پہن کر بازار میں کھڑے ہو جائیے، اور گھنٹی بجائیے- آن کی آن میں بہت سے آدمی آپ کے گرد جمع ہو جائینگے- مگر کیا اس طریقہ سے جمع ہونے والی بھیڑ سے آپ اس کے سوا کوئی اور کام بھی لے سکتے ہیں کہ بس اپنی چند دوائیں بیچ لیں- اس مثال سے سمجھ لیجیے کہ ظاہر فریب تدبیروں سے تماشا پسند لوگوں کا جو ہلڑ برپا ہوتا ہے وہ کوئی جہانکشا طاقت نہیں بن سکتا- اس کے لیے تو صحیح طریقہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اختیار کرتے تھے- یعنی یہ کہ ایک شخص خالص خدا کی خوشنودی کے لیے پتا مار کر ایک جگہ بیٹھے، خاموشی کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کام کرے، رفتہ رفتہ لوگوں کے دل اور انکی زندگیاں بدلے، اور برسوں کی لگاتار محنت سے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرلے جو تعداد کے اعتبار سے چاہے مٹھی بھر ہی ہو، مگر ایمان اور عمل صالح کی دولت سے بہرہ ور ہو- ایسے آدمیوں میں عقیدہ کی جو حرارت اور کیرکٹر کی جو صلابت ہوگی، اور احکام شرعیہ کی پابندی سے ان میں منظم اور منضبط طریقہ پر کام کرنے کی جو مستقل عادات پیدا ہونگی، وہی درحقیقت عسکریت کی اصلی

روح ہیں ۔ اور یہی عسکریت ہم کو مطلوب ہے ۔

(۵) جہاں تک عوام میں کام کرنے کا تعلق ہے، میرے نزدیک اُس کے لیے وہ طریق عمل سب سے بہتر ہے اور انبیاء کے طریق عمل سے اشبہ ہے جس سے مولانا محمد الیاس صاحب نے کام لیا ہے ۔ جو لوگ اس طریقہ پر کام کرنا چاہتے ہوں، ان کو میں مشورہ دونگا کہ مولانا کے پاس جاکر ان کے کام کا ڈھنگ دیکھیں، انکے مبلغوں کے ساتھ تعاون کرکے عملی سبق حاصل کریں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں اسی طرز پر دعوت و اصلاح شروع کردیں ۔ اس طرزِ عمل کے متعلق جو بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس میں ابتداءً بڑے صبر کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے ۔ یہاں ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی ۔ بسا اوقات چند کام کے آدمی پیدا کرنے میں برسوں بیت جاتے ہیں، اور بارہا یہ خیال کرکے آدمی کا دل ٹوٹنے لگتا ہے کہ اس کا مشن ناکام رہا ۔ ان سختیوں سے گذرنے کے بعد کہیں کامیابی کا ظہور ہوتا ہے ۔

(۶) جو لوگ عوام میں کام کرنا چاہیں، ان کے لیے دیہی علاقے بہ نسبت شہروں کے زیادہ بہتر ہیں ۔ ہماری شہری آبادیوں کا مزاج اُن ہنگامی تحریکوں نے بہت بگاڑ دیا ہے جو آج کل وباؤں کی طرح پھیل رہی ہیں ۔ ان تحریکوں کی وجہ سے لوگ نمائش، ریا اور ہنگامہ کے خوگر ہوگئے ہیں، اور کسی ایسی تحریک کی طرف بمشکل راغب ہوتے ہیں جو ان کے ظاہر کی بہ نسبت ان کے باطن کی طرف زیادہ توجہ کرنے والی ہو، اور جو انہیں اندر سے بدل کر ایک مضبوط سیرت کی تخلیق کرنا چاہتی ہو ۔ لہٰذا انسب یہ ہے کہ شہروں کو سردست انکے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور دیہات کی آبادیوں کو درست کیا جائے جہاں ابھی تک سادہ فطرت رکھنے والے اثر پذیر لوگ پائے جاتے ہیں ۔ تاہم جن لوگوں کو اپنے لیے شہروں میں کامیابی کا کوئی موقع نظر آتا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں تامل بھی نہ کریں ۔

(۷) عوام میں کام کرنے والوں کو یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام کا پیغام ان لوگوں تک

محدود نہیں ہے جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے عام ہے، لہٰذا انہیں مسلم اور غیر مسلم سب کے پاس اس پیغام کو لے کر پہنچنا چاہیے۔ لیکن غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

اوّلاً، ہمیں اُن موانع کو دور کرنا چاہیے جن کی وجہ سے غیر مسلموں میں اسلام کے خلاف شدید تعصبات پیدا ہو گئے ہیں۔ انگریزی حکومت کے اثرات سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو سیاسی، معاشی اور معاشرتی رقابتیں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا اثر دیہات کی زندگی تک گہرا اتر گیا ہے، اور آئے دن کے فسادات اور کشمکشوں نے ایسی منافرت دونوں گروہوں کے درمیان پیدا کر دی ہے کہ یہ دو متقابل کے کیمپ بن گئے ہیں۔ ان حالات میں عام غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچانا مشکل ہے، کیونکہ ان کے دل کے دروازے اس پیغام کے لیے متقفل ہو چکے ہیں۔ اب جو لوگ تبلیغ حق کا فرض انجام دینا چاہتے ہوں ان کو سب سے پہلے اس قفل کی کنجی ڈھونڈھنی چاہیے، اور وہ کنجی یہی ہے کہ ان رقابتوں، عداوتوں اور کشیدگیوں کو کم کیا جائے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا ہو گئی ہیں۔ مسلمانوں میں عام طور پر یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ انکی تنظیم و اصلاح کا مقصد غیر مسلم ہمسایوں کے مقابلہ میں قومی مسابقت کے لیے تیاری کرنا نہیں ہے، بلکہ خود مسلمان بننا اور دوسروں تک اسلام کی نعمت کو پہنچانا ہے۔ ہر مسلمان میں انصاف پسندی، فیاضی، ہمدردی، ملاطفت کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں، اور اسے غیر مسلموں کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو روحانی اور اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں، اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ انہیں بیمار رہنے دیں اور ان سے پرہیز کریں، بلکہ یہ ہے کہ انہیں بیماری سے بچا کر تندرستوں میں شامل کریں۔

ثانیاً، عام مسلمانوں کو اپنے اخلاق، اپنے معاملات اور اپنے طرزِ زندگی کے اعتبار سے اتنا بلند ہونا چاہیے کہ محض ان کو دیکھ کر ہی ہر وہ شخص ان سے متأثر ہو جائے جس کی فطرت

میں نیکی، سچائی، راستبازی، انصاف، حسن اخلاق، صفائی وستھرائی، اور پاکیزہ طرز زندگی کی قدر پہچاننے کی کچھ بھی استعداد موجود ہو۔ اگر عامۂ مسلمین میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں، اور غیر مسلم باشندے اپنے گردوپیش کی مسلمان آبادی کو اخلاقی حیثیت سے اپنے مقابلہ میں برتر پانے لگیں، تو یقین جانیے کہ کسی کو ان سے یہ کہنے کی بھی ضرورت پیش نہ آئیگی کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ان میں جتنے راستی پسند لوگ موجود ہیں (اور کونسی قوم ایسی ہے جس میں ایسے لوگ نہیں ہوتے) وہ خود بخود اُس جماعت میں شامل ہونے کی خواہش کرینگے جسکے اصول زندگی انسان کو اتنا بلند و برتر بنا دیتے ہوں۔ لہٰذا عام مسلمانوں میں یہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو اسلام کا نمائندہ سمجھیں، اور زندگی کے ہر معاملہ میں یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ ان کی ہر حرکت سے اسلام کے برحق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے۔

ثالثاً، عام مسلمانوں میں ہندوانہ اثرات کے تحت اونچ نیچ اور چھوت چھات کے جو خیالات پیدا ہو گئے ہیں ان کی بیخ کنی کرنی چاہیے، اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنا چاہیے کہ ہر غیر مسلم کو، خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو، بالکل مساویانہ حیثیت سے اپنے نظام معاشرت میں لے لیں، اور کسی حیثیت سے اس کے ساتھ امتیاز نہ برتیں، حتیٰ کہ اس سے شادی بیاہ کے تعلقات قائم کرنے میں بھی تامل نہ کریں۔

(۸) یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بس مذہبی اور اخلاقی حالت کی اصلاح، اور اسلامی نظام جماعت کا قیام ہی وہ آخری منزل ہے جس پر پہنچ کر ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ پہلی منزل ہے جسے طے کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لیے راستہ کھلتا ہے۔ کلمۂ طیبہ پر ایمان، اور اس مرکز پر منتشر قوتوں کا مجتمع ہونا، اور احکام شریعت کی پابندی سے لوگوں کے اندر انضباط اور منظم عادات و خصائل کا پیدا ہو جانا تو دراصل وہ چیز ہے جس سے زمین ہموار ہوتی ہے تاکہ اس پر عمارت تیار کی جاسکے۔ جہاں یہ زمین ہموار ہو جائے، جیسے میوات کے علاقہ میں اس وقت

ہو چکی ہے - وہاں اُن لوگوں کے لیے کام کا موقع ہے جنہوں نے تنظیم شؤن انسانی کے جدید طریقوں کی تعلیم حاصل کی ہے - انہیں چاہیے کہ وہاں جا کر مذہبی مصلحین کے ساتھ تعاون کریں اس علاقہ میں علم کی روشنی پھیلائیں - وہاں کے عوام میں سیاسی بیداری اور شعور پیدا کریں ان کی معاشی حالت درست کرنے کی کوشش کریں اور اسلامی اصول پر مالیات کا ایک نیا نظام تعمیر کریں - غرض مختلف پہلوؤں سے اس علاقہ کے لوگوں کو ترقی کے راستہ پر لگائیں، اور ان کو ایک ایسی مضبوط اور منظم حالت تک پہنچا کر دم لیں جس کا طبعی نتیجہ یہ ہو کہ خدا اپنی خلافت سے ان کو سرفراز فرما دے اور وہ زمین کے صالح وارث (نہ کہ غاصب متملک) بن جائیں -

رسالہ ترجمان القرآن کے پرانے پرچے

ترجمان القرآن اپنے مضامین کی بلندی و علمی حیثیت کا سکہ ہندوستان بھر میں بٹھا چکا ہے اور اہل علم کے طبقے میں انتہائی قدر و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - اگر آپ شروع سے اس کے مضامین سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں - تو جلد از جلد فرمائش بھیج دیجیے - اس وقت صرف ذیل کے پرچے دستیاب ہو سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۸ر

سنہ ۵۲ھ صفر - ربیع الاول - ربیع الثانی - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شوال - ذی القعدہ ذی الحجہ -

سنہ ۵۳ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ رجب - شعبان - رمضان شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

سنہ ۵۴ھ - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ -

سنہ ۵۵ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

سنہ ۵۶ھ - محرم - جمادی الاولیٰ - جمادی الآخرہ - رجب - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

سنہ ۵۷ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - ربیع الآخر - شعبان - رمضان - شوال - ذی القعدہ - ذی الحجہ -

سنہ ۵۸ھ - محرم - صفر - ربیع الاول - جمادی الآخرہ - رجب - شعبان -

مینیجر رسالہ ترجمان القرآن - لاہور